ردابتول

ریسرچ اسکالر، سیکنڈری اردو ٹیچر، دی ایجوکیٹرز آئی جے پی، خیابان سر سید، راولپنڈی

ای میل:syedaridabukhari5@gmail.com

فکر اقبال میں واقعات کربلا کے حماسائی پہلوؤں کا توضیحی مطالعہ

A research study:The epic elements of the incident of Karbala in Iqbal's thought

Abstract

The immortal sacrifice of Imam Hussain (AS) and his companions in the Karbala incident have had an impact on every aspect of life. The effects of the Karbala incident are also clearly visible in the fine arts, especially in Urdu and Persian poetry, where this incident has been made a topic in many cases. However, if we look at the history of Urdu, Persian and especially Urdu poetry, we see the description of the Karbala incident as grief and sorrow. Most of the poets have made the martyrdom of Imam Hussain (AS) a topic that creates a feeling of weeping. The genre of elegy (مرثیہ) has become famous for this purpose. In Urdu ghazals, poems and prose, there is a lesson of truth and honesty from this incident, but the aspect of courage that inspires one to stand up against the oppressor is not seen. In the Urdu poetic tradition, Iqbal is the only poet who has presented the incident of Karbala as an ideology that comes to the fore as a symbol of courage, bravery and valor. In Iqbal's Urdu-Persian poetry, except for one or two places in Matrook Kalam, the mention of Imam Hussain (AS) and Karbala is nowhere in the sense of weeping. He has presented Karbala as an epic that teaches lessons of perseverance and courage. Iqbal wanted to adapt the events of Karbala in poetry as a response to Milton's Paradise Lost, but he did not get this opportunity. However, he has described the events of Karbala in his poetry as an epic, and this is his uniqueness in describing the events of Karbala in Urdu literature.

Keywords: immortal sacrifice, Karbala, Iqbal, effects, poetry

حماسہ عربی زبان کا لفظ ہے۔ حماسہ جس کے معنی ہیں جان فروشی، بہادری، ڈٹ کے مقابلہ کرنا وغیرہ۔ حماسہ ح۔ م۔ س یا ش سے مرکب ہے۔ معروف معاجم لغت عرب "معجم مقائیس لغت" اور "لسان عرب" میں حماسہ کے معنی شجاعت، دلیری، جرات اور اپنے موقف پر سختی اور شدت سے باقی رہنا، جنگ و جہاد، تنور کی آگ سے نکلنے والا شعلہ، وغیرہ بیان ہوئے ہیں قریش اور ان کے ساتھ معاہدہ میں شامل دیگر قبائل پر مشتمل ایک گروہ اہل لغت نے اس گروہ کو حمس یا احمس کہا ہے انہیں حمس یا احمس کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے دین میں شدت اور سختی کو اپناتے تھے حماسہ یا تشدد کی دو قسمیں ہیں: ا۔ حماسہ مذموم یا ناپسندیدہ تشدد ۲۔ حماسہ ممدوح یا پسندیدہ تشدد۔ حماسہ ممدوح کا مطلب ہے حق و باطل کی راہیں واضح اور روشن ہونے کے بعد بغیر کسی خوف و حراس کے اور بغیر کسی کی پرواہ کیے حق پر شدت اور سختی سے قائم و دائم رہنا یہی انبیاء کی سیرت رہی ہے اور قران کریم میں ایسی ہی ہستیوں کی تعریف کی گئی ہے:

"بے شک جن لوگوں نے کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے اور اس پر جے رہے ان پر ملائکہ یہ پیغام لے کر نازل ہوتے ہیں کہ ڈرو نہیں اور رنجیدہ بھی نہ ہو اور اس جنت سے مسرور ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے"۔(۲)

قران کریم کی آیات یہی درس دیتی ہیں اور سیرت پاک انبیاء و ائمہ طاہرین علیہ السلام میں بھی یہی نظر آتا ہے کہ وہ کبھی بھی دلیل و برہان اور منطق کے بغیر کسی تشدد کے قائل نہ تھے۔ وہ نہ خدا اور اس کے عطا کردہ دین کو اپنی زندگی کے نشیب و فراز کی ہواؤں کے زد میں رکھنے کے حق میں تھے اور نہ ہی اس بات کے حق میں تھے کہ کسی کی خوشامد میں آکر دین کو قربان کیا جائے یا فلسفہ ضرورت کو اقدار بنا کے دین کو پس پشت ڈالا جائے۔

قرآن میں ارشاد ہوتا ہے: ترجمہ

"محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت گیر اور آپس میں مہربان ہیں۔ آپ انہیں رکوع، سجود میں دیکھتے ہیں۔ وہ اللہ کی طرف سے فضل اور خوشنودی کے طلبگار ہیں۔ سجدوں کے اثر سے ان کی پیشانیوں پر نشان پڑے ہوئے ہیں۔ ان کے یہی اوصاف توریت میں بھی ہیں اور انجیل میں بھی ان کے یہی اوصاف ہیں۔ وہ گویا ایک کھیتی ہیں، جس نے پہلے زمین سے سوئی نکالی، پھر اس کو مضبوط کیا اور موٹی ہوئی پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہو گئی اور کسانوں کو خوش کرنے لگی تاکہ اس طرح کفار کا جی جلائے۔"(۳)

اس آیت میں خداوند تعالی نے واضح طور پر بتا دیا کہ اہل حق کو کفر و الحاد کے ساتھ کیا رویہ کرنا ہے اور خدا اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانے والوں اور دین خدا کے لیے سر و تن دینے والوں کے ساتھ کیا سلوک کرنا ہے۔

حماسہ ایک بھرپور اور پیچیدہ تصور ہے جسے ادب، فلسفہ اور نفسیات میں تلاش کیا گیا ہے۔ اس لیے بنیادی طور پر، حماسہ سے مراد بہادری، ہمت اور لچک کا معیار ہے جو افراد کو مشکلات کا مقابلہ کرنے، رکاوٹوں پر مکمل قابو پانے اور اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے قابل بناتا ہے۔ عربی ادب میں، حماسہ کو بہادری کی علامت کے طور پر دیکھا جاسکتا ہے، جس میں بہادر جنگجو، شاعر، اور لیڈر مجسم ہوتے ہیں۔ جو طاقت، عزت اور وفاداری کی اقدار کو مجسم کرتے ہیں۔ اس تصور کی جڑیں عرب دنیا کے ثقافتی اور تاریخی تناظر میں گہری ہیں، جہاں بقا اور کامیابی کے لیے بہادری اور جرأت ضروری تھی۔

فلسفیانہ طور پر، حماسہ جو افراد کو زندگی میں مقصد، سمت اور معنی کا احساس پیدا کرنے کے قابل بناتا ہے۔ اس میں خطرہ مول لینے، خوف کا سامنا کرنے اور شکوک و شبہات اور غیر یقینی صورتحال پر قابو پانے کی آمادگی شامل ہے۔ اس لحاظ سے، حماسہ کا ہمت، لچک اور عزم جیسے تصورات سے گہرا تعلق ہے۔ نفسیاتی نقطہ نظر سے، حماسہ کو ایک ذہنیت یا رویہ کے طور پر دیکھا جاسکتا ہے جو افراد میں خود افادیت، اعتماد اور حوصلہ افزائی کا احساس پیدا کرتی ہے۔ اس میں کسی کے جذبات کو کنٹرول کرنے، تناؤ اور اضطراب کا انتظام کرنے، اور مصیبت کے وقت مثبت نقطہ نظر کو برقرار رکھنے کی صلاحیت شامل ہے۔ جدید دور میں، حماسہ کے تصور نے نئی اہمیت اختیار کر لی ہے، کیونکہ افراد اور برادریوں کو سماجی اور اقتصادی عدم مساوات سے لے کر سیاسی جبر اور ماحولیاتی انحطاط تک بہت سے چیلنجز کا سامنا ہے۔ اس تناظر میں، حماسہ کو ایک کال ٹو ایکشن بھی کہا جاسکتا ہے، جو افراد کو اپنے حقوق کے لیے کھڑے ہونے، انصاف کے لیے لڑنے اور ایک بہتر مستقبل کے لیے کام کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ مجموعی طور پر، حماسہ ایک کثیر الجہتی تصور ہے جو کہ ذاتی اور اجتماعی کامیابی کے

لیے ضروری اقدار، خوبیوں اور خوبیوں پر مشتمل ہے۔ اس تصور کو تلاش کرنے اور سمجھنے سے، ہم انسانی حالت، بہادری اور ہمت کی اہمیت، اور مصیبت پر قابو پانے میں لچک اور عزم کی طاقت میں بصیرت حاصل کر سکتے ہیں۔

علامہ اقبال عصر حاضر کے بہترین شاعر و فلسفی ہیں جن کی شاعری بلند افکار اور عقل وشعور سے مزین ہے۔ لہذا علامہ اقبال جیسے بلند پایہ شاعر، عاشق رسول و اہل بیت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے فن میں واقع کربلا کو ایک اہم رتبہ حاصل ہے۔ اسی طرح حماسہ سے مراد نظم ونثر میں رزمیہ پہلوؤں کو ایسے طریقے سے بیان کرنا ہے جس سے شجاعت ،بہادری اور باطل کے سامنے استقامت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ علامہ کی نظم ونثر میں جہاں کہیں بھی امام حسینؑ اور کربلا کا حوالہ موجود ہے، اس سے ایک جوش اور ولولہ پیدا ہوتا ہے جو معاشرے میں انفس و آفاق کی تسخیر پر مائل کرتا ہے۔ اس سلسلے میں علامہ کا اختصاص یہ ہے کہ عام رویہ سے ہٹ کر جس میں امام حسینؑ اور ان کے رفقاء کی مظلومیت کے پہلو کو زیادہ نمایاں کیا جاتا رہا ہے، اقبال نے کربلا کے حماسائی پہلوؤں کو مد نظر رکھا ہے۔

اگرچہ علامہ اقبال نے مختلف نظم اور غزل میں شہید کربلا حضرت حسین علیہ الصلوۃ والسلام کی جانثاری اور قربانی کا ذکر کیا ہے ایک عام اندازے کے مطابق ان کی تمام شاعری کی کتب میں واقع کربلا اور عشق اہل بیت کے اذکار موجود ہیں۔ تاہم اشعار کا ایک تسلسل "رموز بے خودی" میں "در معنی حریت اسلامیہ و سر حادثہ کربلا" کے عنوان سے موجود ہے۔ کربلا کے واقعہ بیان کرنے سے قبل توحید کی حقیقت بیان کی گئی ہے جس میں انسان اپنے رب یعنی اس ذات سے عہد و پیمان کرتا ہے اسی کی وجہ سے انسان کا دل دوسرے معبود کی پرستش سے آزاد ہو جاتا ہے اور جو لوگ توحید پر خالص یقین رکھتے ہیں وہ ثابت قدم رہتے ہیں پھر وہ دنیاوی خداؤں، فرعونوں، نمرودوں، اور یزیدیت کے سامنے سر نہیں جھکاتے۔

ہر کہ پیماں باھوالموجود بست گردنش از بند ہر معبود رست (۴)

جس نے حاضر وناظر اور زندہ قائم خدا سے (بندگی، اطاعت، عبد ہونا، خدمت گزار ہونا) کا تعلق استوار کر لیا پھر اس کی گردن ہر خدا کی بندش سے آزاد ہو گئی۔

اقبال کی فکر میں عقل و عشق خاص اہمیت کے حامل ہیں۔ آپ کے نزدیک عشق کو چند نام دیے گئے ہیں جن میں اعتقاد کی فراوانی، ایمان کی پختگی، اپنے مقصد کے ساتھ گہری وابستگی اور محبت کی استواری شامل ہیں۔ اس کے مقابلے میں دوسری چیز عقل ہے اقبال عقل کی افادیت سے انکار نہیں کرتے لیکن عقل کو ایک ایسا عیار سمجھتے ہیں جو جب چاہے جیسا چاہے میں تبدیل کر لیتی ہے۔ اس کا کام ہوس رانی اور چیزوں کی کثرت کی جستجو کا نام ہے۔ یہ اکثر انسان کو دنیاوی عیش و عشرت، مادیت، دولت دنیا، محبت دنیا اور لالچ کی طرف دعوت دیتی ہے یہ انسان کو سفاک اور ظلم کرنے والا بنا دیتی ہے۔ اقبال کا کہنا ہے کہ جب عقل ہوس سے مل جاتی ہے تو انسان کی شرافت کو ٹکڑوں میں تبدیل کر دیتی ہے اور جب عشق کے جذبوں سے سرشار ہو جاتی ہے تو انسان کو انسانی نسل کے لیے رہبر ور ہنما اور محافظ بنا دیتی ہے۔ اقبال نے عشق کا بیان اس طرح سے کیا ہے:

مرد خدا کا عمل عشق سے صاحب فروغ عشق ہے اصل حیات موت ہے اس پر حرام

تند و سبک سیر ہے گرچہ زمانے کی رو عشق خود ایک سیل ہے، سیل کو لیتا ہے تھام

عشق کی تقویم میں عصر رواں کے سوا اور زمانے بھی ہیں جن کا نہیں کوئی نام (۵)

اقبال حضرت حسینؑ کو اللہ تعالی کا عاشق قرار دیتے ہیں جنہوں نے اللہ تعالی سے وفا کے عہد و پیاں باندھے۔ایک عاشق کی یہ صفت ہوتی ہے کہ وہ امور جو ناممکن قرار پا چکے ہیں وہ اس کے لیے سہل اور ممکن قرار دے دیے گئے۔

آن شنیدستی کہ ہنگام نبرد عشق با عقل ہوس پرور چہ کرد(۶)

عقل کا عشق سے موازنہ کرنے کے بعد کربلا کے واقعے میں اگر دیکھا جائے تو حضرت امام حسین علیہ السلام علامت عشق ہیں اور عقل کی علامت یزید اور مزید بات کی جائے تو کربلا کے میدان میں عشق نے عقل کو مات دی۔

درمیان اُمت ان کیوان جناب ہمچو حرف قل ھو اللہ در کتاب(۷)

امت میں امام عالی کا مقام ایسے ہے جیسے قرآن میں سورۃ اخلاص کا۔امام حسین کے مقام کو یگانگت کے حوالے سے بیان کرتے ہیں اس لیے کہ قرآن سے مثال لاتے ہیں۔جس طرح سورہ اخلاص کا درجہ قران میں ہے کہ اس کی تین مرتبہ تلاوت کا ثواب قران کی تلاوت کے برابر سمجھا جاتا ہے اس طرح اس امت میں حضرت امام حسین کا مقام خاص الخاص ہے۔جیسے یہ سورۃ قرآن کا خلاصہ ہے ویسے ہی حضرت امام حسینؑ کی ذات بھی اسلام کا نچوڑ اور خلاصہ ہے:

حقیقتِ ابدی ہے مقام شبیری بدلتے رہتے ہیں انداز کوفی و شامی(۸)

یہ جنگ روز ازل سے جاری ہے مشکل ترین حالات کے باوجود اختتام میں جیت حق کی ہوتی اور باطل کو ناکامی سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔جیسے حضرت موسیٰ نے جب دعوتِ حق دینے کی شروعات کی تو آپ کے راستے میں فرعون آیا اور اس نے راہ حق سے ہٹانے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن اختتام میں شکست سے دوچار ہونا پڑا۔اسی طرح موسیٰ و نوح کے ساتھ چار مکمل شریعتوں کے محافظ اور وارث حضرت امام حسین علیہ السلام نے یزید کے مقابل آ کے اپنی، اپنے اصحاب اور جان سے پیاروں کی بازی لگا دی۔اقبال کہتے ہیں کہ جب مسلمانوں میں فکر و حریت ختم ہو گئی تو امامؑ اس وقت مدینہ سے ایک ایسے بادل کی مانند اُٹھے جو کربلا کی سرزمین میں پہنچ کر ایسے برسے کہ سیراب کر دیا اور ایسا سیراب جو آج تک بنجر نہ ہوا نہ تاقیامت ہو گا۔

چوں خلافت رشتہ از قرآن گسیخت حریت را زہر اندر کام ریخت

خاست آن سر جلوہ ی خیر الامم چوں سحاب قبلہ باران در قدم

بر زمین کربلا بارید و رفت لالہ در ویرانہا کارید و رفت (۹)

اگر امام عالی مقام اقتدار و سلطنت کے خواہشمند ہوتے تو لشکر کی تعداد ۷۲ نہ ہوتی۔ لشکر کی تعداد کو دیکھا جائے تو ان کے ساتھ لاتعداد افراد و سپاہی موجود تھے جبکہ امام کے ساتھ ۷۲ افراد:

مدعائش سلطنت بودی اگر　　　خود نکردی باچنین سامان سفر

دشمنان چون ریگ صحرا لاتعد　　　دوستان او بہ یزداں ہم عدد(۱۰)

امام عالی مقام نے یہ جنگ دین کی بقا کے لیے لڑی ہے اور خلافت کے تعین کے لیے جو اصول شریعت محمدی نے طے کیے تھے اس کے دفاع کے لیے اپنی جانیں دی ہیں ان کا مقصد سلطنت حاصل کرنا نہیں تھا اگر وہ حکومت کے لیے یہ کام کرتے تو اتنے سامان اور عورتوں اور بچوں کے ساتھ کیوں کوفہ کی طرف روانہ ہوتے آپ کے دشمن صحرا کی ریت کے ذروں کے مانند کثیر تعداد میں تھے۔ امام حسین علیہ السلام سلطنت کے خواہش مند نہیں تھے۔ اگر ایسا ہوتا تو آپ عورتوں بچوں بوڑھوں اور ضعیف لوگوں کو ساتھ نہ لاتے۔ اگر آپؑ نے یزید کی بیعت سے انکار کیا تو اس کا واحد سبب اسلام کے اصولوں کی اور اپنے نانا کے دین کی حفاظت کرنا تھا۔ اقبال کے خیال میں حکومت کو حاصل کرنے کے لیے ایسی بے سر و سامانی میں مخدرات عصمت کے ساتھ سفر نہیں کیا جاتا۔ اگر ایسی مہمات میں شرکت کرنی ہو تو لشکر اکٹھا کر کے ساز و سامان اور ہتھیار کے ساتھ جایا جاتا ہے۔ لیکن یہاں تو آپ علیہ السلام کو مسلم بن عقیل کی شہادت کی خبر ملی جب آپؑ مکے سے روانہ ہو چکے تھے۔ اس صورت میں بھی آپ نے لوگوں کی تعداد بڑھانے کی بجائے چراغ کو گل کر کے لوگوں کی ان کی جان بچانے کے لیے بھاگنے تک کی اجازت دے دی۔ لیکن مکہ مکرمہ سے آپ کے ساتھ روانہ ہونے والوں نے آپ کی نصرت سے منہ نہیں پھیرا یہاں تک کہ میدان کربلا میں شہید ہو گئے۔ امام حسین کے دشمن ریگستان کے ذروں کی طرح تعداد میں بہت زیادہ تھے۔ لیکن اپ کے اصحاب صرف یزدان کے ہم عدد یعنی ۷۲ تھے لیکن تاریخ میں ایسے باوفا اصحاب کسی کو نصیب نہیں ہوئے جیسے امام عالی مقام کے اصحاب تھے جنہوں نے آپؑ کے ساتھ یزیدیت کا مقابلہ کیا۔ علامہ اقبال کربلا کو حریت و آزادی سے تعبیر کرتے ہیں۔ اسرار و رموز سے درج ذیل اشعار دیکھیے:

مومن از عشق است و عشق از مومن است　　　عشق را ناممکن ما ممکن است

عقل سفاک است و او سفاک تر　　　پاک تر، چالاک تر، بیباک تر

عقل در پیچاک اسباب و علل　　　عشق چوگاں باز میدان عمل(۱۱)

عشق مومن کی وجہ سے قائم ہے۔ مومن کا وجود عشق سے ہے اور عشق بے لوث اور ہر غرض سے پاک ہوتا ہے۔ اپنے مقصد کے لیے غلط حربے اختیار نہیں کرتا۔ نڈر اور بے خوف ہوتا ہے۔ جس تیزی سے عشق راہ کی حق میں قدم اٹھاتا ہے عقل اسکا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ عقل ہمیشہ ترکیبوں کو ترجیح دیتی ہے شروعات سے پہلے نتائج اور اسباب کو دیکھتی ہے جبکہ اسکے برعکس عشق صرف مقصد کے لیے قدم اٹھاتا ہے بے خوف ہو کے مقصد کے حصول کے لیے لگ جاتا ہے۔ اس طرح علامہ اقبال عشق و عقل کا مقابلہ اس طرح کرتے ہیں:

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق　　　عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی (۱۲)

عشق اپنے عزم اور طاقت کی بنا پر مقابلہ کرتے ہیں جبکہ مکاری و چالبازیوں سے اپنے شکار کو گھیرتا ہے۔ اقبال کے نزدیک کربلا خودی کا استعارہ ہے:

زندگی شرح اشارات خودی است　　　لا و الا از مقامات خودی است(۱۳)

زندگی خودی کے اشاروں کی شرح ہے۔لا اور الا مقامات خودی ہیں :

چوں حیات عالم از زور خودی است   پس بقدر استواری زندگی است (۱۴)

کائنات کو برقرار رکھنے کا انحصار خودی پر ہے جس قدر خودی مضبوط ہوگی اس قدر زندگی مستحکم و مضبوط ہوگی ۔واقعہ کربلا کے واقعے سے سیکھنا بہت ضروری ہے کہ دنیاوی لالچ میں آ کے یزید اور اسکے ساتھی امام حسین علیہ السلام کی عظمت و توقیر بھلا کر آپ کے قتل کے درپے ہو گئے۔ یہ سچ ہے کہ انسان حرص و لالچ میں آگے اندھا ہو جاتا ہے کھلی آنکھوں سے دیکھنے کے قابل نہیں رہتا، کانوں کے آواز حق سن کے مکر جاتا ہے۔ دولت کے نشے میں صحیح غلط بھول جاتا ہے ۔انسان حد انسانیت سے گر کر درندہ بن جاتا ہے۔ حلال حرام کی حدود کو بھلا دیتا ہے اسکا مال و دولت ہی اسکا ایمان بن جاتا ہے:

در نوای زندگی سوز از حسینؓ   اہل حق حریت آموز از حسینؓ (۱۵)

علامہ اقبال کہتے ہیں کہ حسینیت اہل حق کے لیے قوت بازو اور دنیا کے آزاد پسند انسانوں کے لیے پیغام حریت ہے۔ حسینؓ کے دم سے ہی زندگی تر و تازہ ہے آپ علیہ السلام کی بے مثال قربانیاں جو آپ نے حریت کے لیے راہ خدا میں پیش کر دیں جس کی مثال ڈھونڈنے سے نہیں ملے گی۔ حق کا ساتھ دینے والوں نے حسین سے ہی آزادی اور حریت کا سبق سیکھا ہے۔ آج ہمارا حال بھی کچھ مختلف ہی نہیں۔ نام تو ہم حضرت امام حسین اور ان کا نانا کا لیتے ہیں لیکن ان کا راستہ اپنانے کے بجائے یزید کے نقشِ قدم پہ چلنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ کتنے لوگ ہیں جو مظلوم کا ساتھ دیتے ہیں۔ ہم خود ظلم سے دریغ نہیں کرتے۔ دھوکہ دہی ہماری عادت میں مبتلا ہو کر رک گیا ہے۔ جھوٹ مکر و فریب عادت بن چکا ہے ،لوٹ مار، بے حیائی کے بازار گرم ہیں۔ آج ہماری حالت قابل رحم ہے کیونکہ ہم نے خودی کو فراموش کر دیا ہے۔ ہمیں خودی اپنانے کی ضرورت ہے ہمیں امام حسین کی کربلا میں قربانی کے مقصد کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ ہم کربلا کا نام تو لیتے ہیں لیکن اس سے ادراک لینے کی ضرورت ہے:

تیر و سنان و خنجر و شمشیرم آرزوست   با من میا کہ مسلک شبیرم آرزوست (۱۶)

اقبال نے اس شعر میں رسم شبیر کو اپنا مسلک قرار دیا ہے۔ جب انسان اپنی فطرت کے تقاضوں کی تکمیل اور اپنی شخصیت کی نشو و نما کرتا ہے تو زندگی کی معراج بلاؤں سے ٹکرانے اور جفاؤں کو للکارنے میں مضمر ہے۔۔ کربلا ناامیدی ختم کرتی ہے، دنیا کو راہ حق میں جہدِ مسلسل کی نوید سناتی ہے۔ امام عالی مقام نے کربلا میں اپنے بھائیوں، بھتیجوں، بھانجوں، بیٹوں اور رفقاء کی قربانیاں پیش کیں اور ان کے لاشے اٹھا کے تقدیر الٰہی اور صبر کا اعلیٰ و عملی نمونہ پیش کیا۔ امام عالی مقام جہاں بڑے بڑے نامور ہمت چھوڑ دیں لیکن وہاں آپ ذرا بھی شکستہ دل نہ ہوئے۔ پوری قوت و سچائی اور محبت خدا کے ساتھ آخر تک مقابلہ کرتے رہے۔ کربلا یہ درس دیتی ہے کہ جتنے بھی حالات ناساز ہوں ہمیں بہادری، پوری قوت و سچائی اور توقل خدا کے ساتھ سنبھالنا چاہیے۔ کربلا کے میدان میں ناامیدی دم توڑ دیتی لیکن علی کے شیر نے انسانیت کے لیے امید کی کرن چھوڑی۔ عزم و حوصلے کی مثال قائم کی انسانیت کو آزادی کا درس دیا اور ایک صبح نو سے متعارف کروایا۔ ناامیدی اور مایوسی انسان کو جیتے جی مار دیتی ہے یہ انسان کے لیے ایک زہر ہے مایوسی میں انسان خدا کی عظمت و رحمتوں پر یقین نہیں رکھتا اسی لیے مایوسی کو کفر کہا گیا ہے ۔ کربلا ہمیں یہی درس دیتی ہے کہ امید کا دامن کبھی نہیں چھوڑنا چاہیے حالات کا مقابلہ آخر تک کرنا چاہیے اور جہد و جہد جاری رکھنی چاہیے:

قافلہ حجاز میں ایک حسینؓ بھی نہیں   گرچہ ہے تابدار ابھی گیسوئے دجلہ و فرات

صدق خلیل بھی ہے عشق صبر حسین بھی ہے عشق　　　معرکہ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق(۱۷)

امام حسین علیہ السلام نے یزیدیت کو اسی لیے تسلیم نہیں کیا کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت چھوڑ دی تھی۔ اور اب ہمارے حکمران بھی ایسے ہی ہیں لیکن قوم حجاز میں کوئی حسینؑ نظر نہیں آرہا۔ صدق خلیلؑ بھی قافلہ حجاز کی یاد دلاتا ہے اور صبر حسینؑ بھی۔ خلیلؑ اللہ کا قافلہ جو اپنے اہل خانہ پر محیط تھا حرم کی تعمیر و تکمیل کرتا ہے اور حسینؑ کا قافلہ بھی جو ان کے اہل خانہ پر ہی مشتمل تھا حرم کو استحکام بخشتا ہے۔ فتح محمد ملک شعار حسینی کے ضمن میں بیان کرتے ہیں: "مسلمان بادشاہوں میں ایک سے بڑھ کر ایک شاہ حسینؑ تو موجود ہے لیکن حسینؑ بننے کو کوئی بھی تیار نہیں ہے۔ علمائے کرام کا حال حکمرانوں سے بھی بدتر ہے"۔(۱۸)

سر ابراہیمؑ و اسماعیلؑ بود　　　یعنی آن اجمال را تفصیل بود(۱۹)

اللہ تعالیٰ کی راہ میں بہت سی قربانیاں پیش ہو چکی تھی۔ لیکن ان کی حیثیت اور مقام شخصی تھا۔ اور ایسی قربانیاں راہ ہی میں روک لی گئی تھی۔ لیکن امام حسینؑ کا واقعہ شخصی واقعہ نہیں ہے۔ اگر اس کا تعلق ہے تو تو خالصتاً اسلام کی تاریخ ہی نہیں بلکہ اسلام کی اصلیت اور حقیقت سے ہے۔ ایسی حقیقت جس کا اسماعیلؑ کی ذات سے ظہور ہوا تھا۔ اور ترقی کرتے ہوئے حضرت عیسیٰؑ کی ذات تک پہنچ کر کہیں کھو گیا۔ لہذا اس کو امام حسین علیہ السلام نے اپنی سرفروشی سے مکمل کیا۔ امام حسینؑ سر اسماعیلؑ و ابراہیمؑ تھے۔ یعنی اس کی تفصیل تھے۔ کربلا کے میدان میں امام حسینؑ نے اپنے جد اعلیٰ ابراہیمؑ کا کردار ادا کیا تھا۔ فکر اقبال میں حریت انسانی کی کاوشوں کی شروعات کربلا سے ہے کربلا کی بدولت غلامی کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہوا اور یزیدیت کو بھی جو جبر کے ساتھ انسان اور انسانی سوچ کو اپنا غلام کرنا چاہتے تھے۔ حریت انسانی کے لیے ایسی تمام تحریکوں میں کربلا سب کے لیے مینارہ نور ہے۔ مسلم ہوں، ہندو ہوں، سکھ ہوں یا عیسائی ہر دور کے سیاستدانوں اور دانشوروں نے اصولوں کی پاسداری کربلا سے سیکھی ہے۔ شعراء، علماء، ادباء، مفکر، دانشور اور اہل عقل لوگ اس عظیم الشان قربانی کو احسان کی نظر سے دیکھتے ہیں اور یہ اعتراف کرتے ہیں کہ قربانی امام حسینؑ نے حریت انسانی کو ایک نئی روشن راہ بخشی:

رمز قرآن از حسین آموختیم　　　ز آتش و شعلہ ہا اندوختیم

شوکت شام و فر بغداد رفت　　　سطوت غرناطہ ہم از یاد رفت

تار ما از زخمہ اتش لرزاں ہنوز　　　تازہ از تکبیر و ایمان ہنوز (۲۰)

علامہ کہتے ہیں کہ ہم نے امام حسینؑ سے ہی قرآن کے اسرار و رموز سیکھے ہیں اور انھی کی روشن کی ہوئی آگ سے شعلے سمٹ رہے ہیں۔ کئی ریاستیں آئی اور تباہ ہو گئی۔ شام میں بنو امیہ کا اقتدار تھا اور بغداد میں عباسیوں کی حکومت تھی۔ شام کی شان مٹ گئی بغداد کا رعب و جلال تباہ ہو گیا۔ غرناطہ کا سطوت اور رعب بھی ختم ہو گیا لیکن اس کے برعکس کربلا کی یاد آج بھی تازہ ہے۔ اقبال فرماتے ہیں کہ کربلا جرات و بہادری، عزم و ہمت کے ساتھ ظلم کے سامنے ڈٹ جانے کا نام ہے۔ استقامت کا جو مظاہرہ کربلا کے میدان میں ملتا ہے سلام میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ وہ کیسا حوصلہ تھا جو مشکلات اور تکالیف کے پہاڑوں کے باوجود ذرا بھی کم نہیں ہوا بلکہ ہر تکلیف کے ساتھ زیادہ ہوتا گیا۔ میدان کربلا میں ہر مصیبت تھی جو فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کے رفقاء پہ آئی لیکن امام حسین علیہ السلام کا ہمت و حوصلہ اللہ اکبر۔۔ علامہ اقبال نے اس طرف اشارہ کیا ہے:

عزم او چون کوہساران استوار　　　پایدار و تند سیر و کامکار (۲۱)

ترجمہ: امام علیہ السلام کا عزم و حوصلہ ایسے تھا جیسے پہاڑ اپنی جگہ ڈٹے ہوں بلند، مضبوط اور ناقابل شکست۔

کربلا معرکہ حق و باطل ہے کربلا اظہار جرات کا نام ہے ایک ظالم حکمران کے سامنے حق سچ کہنے کا نام ہے۔ یزید نے حرام کو حلال کرنے کی کوشش کی۔ دین محمدیؐ کی شرح و شریعت پہ کاری ضرب لگانے کی کوشش کی لیکن امام حسینؑ نے مشکلات برداشت کیا اور قربانیاں دے کے اسکا راستہ روکا اور اپنے نانا کے دین کو زندہ کیا۔ کربلا ظلم کے گھوڑے کو روکنے کا نام ہے۔ بہادری جرات، کلمہ حق کا اظہار ہو یا شجاعت کا مظاہرہ میدان میں دشمن کے مقابل آ کے ہو۔ امام حسین اور آپ کے انصار نے اس کی بےنظیر مثال کربلا میں پیش کی ہے۔ بہادری کے ساتھ لڑتے رہے اور دشمن کی صفوں کو چیرتے اپنی جان سپرد خدا کر دے۔ میدان کربلا میں یزیدیت کو امام حسین علیہ السلام نے بے نقاب کر دیا۔ جسکی جرات نانا محمدؐ اور بہادری و شجاعت بابا علیؑ سے عطا کردہ ہو۔ ایک غیر مسلم مصنف جس نے تاریخ چین لکھی یوں لکھا ہے: "تم نے کربلا کو نہیں پڑھا اگر پڑھتے تو رستم کی بہادری کی مثالیں نہ دیتے۔ کربلا میں حسین کے چار جہت دشمن تھے اور پانچواں دشمن عرب کی سخت دھوپ تھی۔ مشہور محاورہ ہے کہ عرب کی دھوپ کی مثل صرف عرب کی دھوپ ہی ہو سکتی ہے۔ چھٹا دشمن عرب کی دھوپ میں صحرا میں تپتی ریگ (ریت)۔ اور ساتواں اور آٹھواں بھوک اور پیاس ہے۔ حسینؑ کے آٹھ اطراف سے دشمن برسرپیکار تھے۔ یہ حالات کسی بھی انسان کے حوصلے کو پست کرنے کے لیے کافی ہوتے ہیں لیکن امام حسین کے حوصلے کا کوئی جواب نہیں۔" امام عالی مقام حضرت امام حسینؑ، حضرت محمد مصطفیؐ کے فرمان کی رو سے سل[ؑ] مصطفی ہیں۔ حسین کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے شبلیبا فرمایا۔ امام حسین اور امام حسن علیہ السلام یعنی کہ شبلیبا حضرت علیؑ کے بیٹے ہیں سلؑ۔ شیر کے بچے کو کہتے ہیں۔

اقبال نے کربلا کو معرفت دین کی حقیقت کے طور پر دیکھا ہے کربلا سوچ اور فکر کو وسعت عطا کرتی ہے کربلا کا شعور انسانی دماغ اور دل کو وسعت عطا کرتا ہے کربلا کا تخیل یعنی کربلا کی سوچ ہمیں افلاک کی حقیقت یعنی کہ جو اسمان میں حقیقت پوشیدہ ہیں وہ راز جو پردوں میں ہے ان سے اشنائی کا ذریعہ ہے کربلا کی فکر انسانی اقدار کی ارتقا کا باعث ہے کربلا کی سوچ و فکر و فہم جب اضافہ ہوتا ہے تو مرتبہ ولایت حاصل ہوتا ہے، کربلا سچوں کا شعار ہے، کربلا صالحین کی آماجگاہ ہے۔ کربلا کو پڑھنے والا سمجھنے والا اور جاننے والا ہر خوف سے بالاتر ہو جاتا ہے اس کا اپنے رب پر یقین اور مضبوط ہو جاتا ہے باہر ہے۔ کربلا کی سوچ صرات مستقیم پر چلاتی ہے۔ کربلا صراط الذی انعت علیھم کا راستہ دکھاتی ہے جو کہ حقیقت ہے۔ کربلا کا نظریہ تنگ نظری، فرقہ پرستی اور تعصب کو ختم کرتا ہے۔ کربلا مظلوم کا ساتھ دینے والا علمبردار ہے کربلا اپنے رب پر کامل یقین اور بھروسہ عطا کرتی ہے۔ اسی طرح خواجہ معین الدین چشتی اجمیری سے منسوب اشعار میں اشارہ کیا گیا:

شاہ است حسینؑ بادشاہ است حسینؑ دین است حسینؑ دین پناہ است حسینؑ

سر داد نداد دست در دست یزید حقا کے بنائے لا الہ است حسینؑ (۲۲)

ترجمہ: امام حسین شاہ بھی ہیں اور بادشاہ بھی، حسین دین بھی ہیں اور دین کو بچانے والے بھی ہیں۔ آپ نے سر دے دیا لیکن اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ میں نہ دیا۔ سچ یہی ہے کہ امام حسینؑ کلمہ توحید کی بنیاد ہیں۔ جوں جوں کربلا کی معرفت میں اضافہ ہوتا ہے افکار انسانی کی نشو نما ہوتی جاتی ہے اور ترقی پاتا جاتا ہے۔ کربلا کا ادراک اور عرفان جس قدر زیادہ ہوتا جائے گا انسان اتنا ہی بلندی پہ جاتا جائے گا اور اتنا ہی ارفع کردار ہو گا۔ جس قدر کربلا کی معرفت میں اضافہ ہو گا اللہ تعالی کے ہاں اس طرح بلند مرتبہ ہو جائے گا اقبال نے کرشہادت امام عالی مقامؑ کو ذبح عظیم کی تفسیر قرار دیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب دیکھا جس میں وہ اپنے بیٹے کو خدا کی راہ میں قربان کرتے ہیں انبیاء کرام علیہ الصلوۃ والسلام کے خواب بھی وحی الہی ہوتے ہیں۔ اس لیے سارے کی تعبیر کے لیے جناب ابراہیم نے اپنے بیٹے جناب اسماعیل کو سارا ماجرہ سنایا تو جناب اسماعیل کہتے ہیں کہ جو خواب آپ نے دیکھا ہے بابا جان اسے پورا فرمایئے اور اللہ تبارک و تعالی کے حکم کو بجا لایئے اور آپ مجھے اس معاملے میں صابر اور شاکر پائیں گے۔ جناب ابراہیم اپنے فرزند جناب اسماعیل کو لے کر میدان میں جاتے ہیں اور زمین پر لٹاتے ہیں انکھوں پہ پٹی باندھ لیتا ہے کہ مبادہ یہ نہ ہو کہ شفقت پدری ٹوک میں خداوندی کے راستے میں رکاوٹ بن جائے۔ ابراہیم حکم

خداوندی کی تعمیل میں اپنے بیٹے کے گلے پہ چھری چلا دیتے ہیں مگر اللہ کے ہاں کچھ اور ہی لکھا ہوتا ہے آزمائش وامتحان میں کئی باب کھلنے ہوتے ہیں۔ قران سورۃ صافات میں کہتا ہے یعنی ہم نے بڑا ذبیحہ اس کے عوض دے دیا اور یوں اسماعیل کی جگہ جنت میں ایک مینڈھا آ جاتا ہے اور یہ قربانی ۶۱ ہجری تک موقوف کر دی جاتی ہے اور کربلا کی ریت میں نواسہ رسول پہ عظیم قربانی پیش کرتے ہیں۔ اسماعیل ذبیح اللہ کہلاتے ہیں اور امام حسین ذبح عظیم کی تفسیر بن جاتے ہیں اللہ اللہ کیا عظیم قربانی ہے حضرت امام حسینؑ کی۔ رموز بے خودی میں ذبح عظیم کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے علامہ اقبال فرماتے ہیں :

اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر معنی ذبح عظیم آمد پسر (۲۳)

ترجمہ: امام کے والد حضرت علیؑ بائے بسم اللہ یعنی قرآنی علوم کا دروازہ ہیں اور امام حسینؑ تفسیر ذبح عظیم۔

حضرت علی بسم اللہ ہیں حضرت علیؑ نے ارشاد فرمایا۔ "یعنی میں با کے نیچے نقطہ ہوں" اسی طرح آپ کا یہ قول بھی مختلف کتب میں موجود ہے کہ تمام کتابوں کا علم قران مجید ہے۔ قرآن کا نچوڑ سورہ فاتحہ ہے اور سورہ فاتحہ کا نچوڑ بسم اللہ ہے اور بسم اللہ کا نچوڑ اس کی با میں ہے اور وہ با میں علی کی ذات ہوں۔ اس طرح امام المفسرین حضرت عبد اللہ بن عباس کے حوالے سے وہ بات بھی ہمارے سامنے ہے کہ ایک دفعہ جی حضرت علی عشاء کی نماز کے بعد الحمد کی تفسیر بیان کرنے لگے تو صبح کا وقت ہو گیا اور ابھی با کی تفسیر ختم نہ ہوئی ۔ حضرت علی نے فرمایا اگر میں سورہ فاتحہ کی تفسیر لکھ دوں تو 70 اونٹوں کا بار بن جائے ایسا کیوں نہ ہو وہ نقطہ بائے بسم اللہ ہیں۔ احادیث مبارکہ کی روشنی میں حضرت علی باب مدینۃ العلم اور باب دارالحکمہ ہیں ۔ یعنی علی قرآن کے ساتھ اور قرآن علی کے ساتھ اور یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک حوض کوثر پر میرے پاس پہنچ جائیں۔

کون سا اسلامی شعار ایسا ہے جس کا عملی نمونہ کربلا میں نظر نہیں۔ ایمان کامل ہو یا توکل بر خدا لم یزل، رضا بر رضائے الٰہی ہو یا امر بالمعروف ونہی المنکر، شکر گزاری ہو انکساری ہو یا جابر سلطان کے سامنے حق کی بات کہنے کی طاقت، امام حسین علیہ السلام نے کلمہ حق کے لیے مصیبت جھیلیں، قربانیاں پیش کی کون سی مصیبت ایسی ہے جو کربلا کہ صحرا میں ال رسول نے نابرداشت کی ہو۔ شب عاشور اور یوم عاشورہ کے لمحات اور کربلا کی تپتی ریت اس بات کی گواہ ہے کہ ان کی تلواروں کے سائے میں کی گئی عبادت ان پر نازاں ہیں۔ زندگی کے مشکل لمحات دین کی تبلیغ کرنا اور بات ہے اور کربلا یا کربلا جیسے ماحول میں تبلیغ صرف نواسہ رسول کا ہی کام ہے۔ ایثار، صلح رحمی، حق پرستی، سچائی اور امت مسلمہ کا درد، آخری وقت تک کوشش کرتے رہے کہ کسی کسی طور پر یہ اشقیہ نواسہ رسول اور فرزند بتول کے قتل جیسے سنگین جرم سے بچ جائیں۔ آگ میں جاتے ہوئے حر کو جنت کی راہ پہ چلا دیا بلکہ جنت کا تاجر ہی بنا دیا۔ ممبر پہ بیٹھ کر خوشگوار اور آرام دہ ماحول میں خطبہ دینا اور بات ہے اور تین لاکھ مسلح دشمنان دین کے سامنے خطبہ حق دینا صرف خطیب نوک سنا کا کام ہے۔ عفو درگزر جہاد باللسان، جہاد بل سیف اور عظیم مرتبہ شہادت اور اس کے علاوہ دیگر اسلامی اوصاف اشعار کربلا اور مظلوم کربلا کے نقش پا میں نظر آتے ہیں:

از نگاہ خواجہ بدر و حنین فقر سلطان وارث جذب حسینؑ (۲۴)

اقبال کہتے ہیں کہ حقیقت یہی ہے کہ بلاشبہ ٹیپو سلطان حضرت امام حسین علیہ السلام کے نقش قدم پر چل رہا تھا، اور حق کی خاطر ہی اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے زندہ و جاوید ہو گیا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے توسط سے ہی اس میں اتنی ہمت پیدا ہوئی کہ وہ امام حسینؑ کے راستے پر چل کر راہ حق میں قربانی پیش کرنے کے قابل بن سکا ۔ جنہیں کربلا میں کچھ نظر نہیں آتا وہ کربلا کو ایک میں افسانہ کہتے ہیں۔ ان کی چشم بنا نہیں ہے اور ان کے دل حق کی بصیرت سے محروم ہے۔ کربلا کے انقلاب میں ہر دور کے حریت پسندوں کو ہمت اور طاقت بخشی۔ دین کی پہچان کربلا بن گئی۔ کربلا میں جب دین دین اسلام کو خطرہ لاحق ہوا تو نبی کے لال نے قربانیوں کے نظر آنے دے کر دین اسلام پر

مر جاتے ہوئے خطرے کو ہمیشہ کے لیے دور کیا۔ ایک لحاظ سے کربلا رسول خدا کی شہادت جہری کے باب کی تکمیل۔ اللہ تعالی نے قران پاک میں وعدہ کیا تھا کہ اے حبیب ہم آپ کو دشمنوں سے محفوظ رکھیں گے۔ حضرت امام حسینؑ کی تیروں، تلواروں اور نیزوں سے شہادت نے حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت جہری کے باب کی تکمیل کی ۔اقبال فرماتے ہیں:

غریب وسادہ ورنگین ہے داستان حرم نہایت اس کی حسینؑ ابتدا ہے اسماعیلؑ (۲۵)

امام حسین علیہ الصلوۃ والسلام کی قربانی حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل کی قربانی کا ہی سلسلہ ہے یعنی وہ قربانی تو منزل پر ہی منعقد ہوئی اس کی تفصیل امام عالی مقام نے ۲۷ ساتھیوں کے ساتھ شہادت کی صورت میں پیش کی جناب اسماعیل نے اپنے آپ کو قربانی کے لیے پیش کیا جو جناب ابراہیمؑ نے خواب دیکھا تھا اور اپنے بیٹے کی گلے پہ چھری چلا کے چ کر دکھایا اور اب اس کی سنت کے طور پر سنت ابراہیمیؑ کے طور پر تمام مسلمان عید الاضحیٰ کے موقع پر جانوروں کی قربانی کے ساتھ اجمالی قربانی کی یاد تازہ کرتے ہیں قدرت میں ان کی قربانی کو قبول کرتے ہوئے ذبح عظیم کا موقع دیا جس کی تفصیل کربلا کی ریت میں آپؐ کے نواسے نے بچوں، جوانوں اور اپنے اصحاب کو قربان کر کے پیش کی۔ کربلا میں امام عالی مقام کے ساتھیوں نے اور سرفروشی کی ایک عظیم دستان رقم کی ہے ان مجاہدوں میں ہمیں بوڑھے جوان بچے عورتیں اور آزاد کردہ غلام ہر طرح کے جانثار نظر آتے ہیں۔ اگر اس جاں نثاری کے نظریے پر نظر دوڑائیں تو کسی کی پیرانہ سالی آڑے میں آتی ہے نہ کمسنی بھوک پر غلبہ پاسکتی ہے نہ پیاس پر عرب کی گرمی اس کو مات دے سکتی ہے نہ موت کا خوف بوڑھے جوانوں سے بڑھ کر اور اور بچے بوڑھوں سے بھی پہلے قربان ہونے کو تیار ہوتے ہیں بے تاب نظر اتے ہیں بوڑھوں کا جذبہ جوان اور نظارے کے قابل ہیں اور ایک سے ایک بڑھ کر وفا شوار امام عالی مقام پہ اپنی جان قربان کرنے کے لیے امام کے حکم کا منتظر ہے۔ حبیب ابن مظاہر ہوں یا مسلم بن عوسجہ، زہیر ابن کین ہوں یا بریر ابن حزیر ہمدانی ہر ایک دوسرے سے بڑھ کر دشمن کے ساتھ مقابلہ کرنے کو تیار ہے سامنے دشمن کی کم وبیش نولاکھ کی فوج ہے اور ایک طرف چند درجن افراد جن میں اکثر بچے اور خواتین ہیں۔

اتنی بڑی تعداد میں فوج اپنے سامنے دیکھ کر چند درجن افراد ایسے ہی ہتھیار ڈال دیں ارادے حوصلہ شکن ہو جاتے ہیں مگر کربلا کی ریت میں کچھ الگ ہی منظر پیش ہو رہے ہیں وہ زندگی کربلا کی صحرا میں نظر ارہی ہے جس سے موت نہیں ڈراسکتی. کربلا کی مائیں اپنے بچوں کو امام حسین علیہ السلام کے لیے راہِ حق میں نچھاور کرتی نظر ارہی ہیں یہ کیسا جذبہ انصاری ہے جو ماں کی ممتا جیسے خوبصورت اور مضبوط رشتے پر حاوی ہو رہی ہے کربلا میں بھائی بیٹے بھتیجے چچازاد بارائی اور ان کے بیٹے امام عالی مقام پر اپنی جان نظر کرتے نظر ارہے ہیں کہیں عباس علمدار وفا کی بے نظیر تاریخ رقم کرتے ہیں تو کہیں مسلم ابن عقیل کی جانسار ضرب المثل بن جاتی ہے کہیں قاسم حسن کی شجاعت اور دلیری کے چرچے ہیں تو کئی اکبر کی جوانی اور ان کے سینے پہ لگی برچھی کا درد اور ہیبت دشمن فوج کو خوفزدہ کیے ہوئے ہے کئی ایک معصوم علی اصغر جو کہ ابھی چھ ماہ کے ہیں فقط چھ ماہ ان کی ایک تبسم نے یزیدیت کو رسوا کر دیا ہوا ہے تو کہیں ثانی زہرا کی بہادری ہے ان کا حوصلہ ہے صبر جو ہمیشہ کے لیے یزیدیت کو ذلت کے گڑوں میں پھینک دیتا ہے کہیں ان کے بیٹے اون محمد کی قربانیاں ہیں تو کہیں جون مسیحؑ کی وفا کہیں حر ابن یزید ریاحی کی غیرت انسانی وفا کربلا کے ہر کردار پر ناز کرتی ہے

صادق نجمی امام حسین کے مقصد کی وضاحت یوں کرتے ہیں:

> "امام حسینؑ نے اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دیا تھا کس خطرے کے پیش نظر سوال یہ ہے۔ سب کچھ چھوڑ کر میدان میں نکل کھڑے ہوئے۔ کیا اس وقت کے لوگوں نے خدا اور رسول کو ماننا ترک کر دیا تھا؟ کیا اس وقت کے لوگوں نے دین تبدیل کر لیا تھا یا مسئلہ صرف یہی تھا کہ یزید کی ذاتی زندگی خراب تھی کہ اس کے لیے کھڑے ہونے کو اپ نے اپنا فرض جان لیا تھا

؟ایسا یقیناً نہیں تھا دراصل جس خرابی کا آغاز اس دور میں ہو رہا تھا وہ اسلامی ریاست کے مزاج اور مقصد میں تبدیلی تھی ۔اللہ کی بادشاہی کی بجائے اس کے بندوں پر ایک شخص کی بادشاہی کا آغاز ہو چکا تھا۔ جس وجہ سے حضرت امام حسینؓ مضطرب اور بے چین تھے"۔(۲۶)

کربلا ایک عظیم درسگاہ ہے جہاں سے بھٹکی ہوئی انسانیت کو روشنی ملتی ہے کربلا سے روشنی کے چشمے پھوٹتے ہیں کربلا رائے حق ڈھونڈنے والوں کے لیے مینار نور ہے حسین علیہ السلام نے کربلا سے حربنائے ہیں امامؑ عالی مقام ہمارے ہادی رہبر اور امام ہیں جن کی بدولت انسان کو تکریم کا سبق بخشا گیا، کربلا توحید سکھاتی ہے کتنے بھی نامسائد حالات کیوں نہ ہوں انسان کو ہمت کا دامن نہیں چھوڑنا چاہیے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہیے مایوس ہونے کے بجائے اس مشکل کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیے ۔کربلا سے معرفت الہی کے چشمے پھوٹتے ہیں کربلا کی معرفت حاصل کرنے والے ولی اور قلندر بنتے ہیں کربلا ادراک اور حقیقت کا پرتو ہے کربلا حق کی فتح کا میدان ہے ۔

زندہ حق از قوت شبیریؑ است باطل آخر داغ حسرت میری است (۲۷)

علامہ اقبال کہتے ہیں کہ حق کو ہمیشہ کی زندگی امام حسینؓ نے عطا فرمائی۔ یہ شبیرؑ کی ہی قوت کی بدولت زندہ ہے۔ اس کے برعکس باطل حسرت کا داغ لے کر مرنے والا ہے۔حسینیت امن کا پیغام دے کر بخشش کے راستے کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور یزیدیت ذلت کے گڑھوں میں جا پھینکتی ہے۔ معاشرے کو خیر اور فلاح کی شکل میں فائدہ پہنچاتی ہے نفرتوں کا درس دینے کے بجائے محبتوں کو فروغ دیتی ہے حسینی امن پسند ہو گا تشدد تکلیف دے امور اور قتل ناحق جیسی بری حرکات سے لاتعلق ہو گا۔ محرم کا مہینہ اس عظیم قربانی کی یاد دلاتا ہے دل اور روح میں سوز و گداز پیدا کرتا ہے ہر وہ شخص ظالم اور یزیدی ہے جو ظلم کرتا ہے یا ظلم کی حمایت کرتا ہے چاہے وہ کسی بھی فرقے سے ہو اور ہر وہ شخص حسینی ہے جو مظلوم کا حامی اور ظالم سے دور رہتا ہے اور خلاف بولتا ہے کربلا انسانی اقدار اور اسلامی شعار کی امین ہے۔

سرخ رو عشق غیور از خون او شوخی این مصرع از مضمون او (۲۸)

حماسہ کربلا میں شیر خواروں، بچوں، نوجوانوں، جوانوں، بوڑھوں، مرد و خواتین سب کا کردار نظر آتا ہے۔ بقول شاعر:

حدیث عشق دو باب است کربلا و دمشق یک حسین رقم کرد و دیگرے زینب (۲۹)

ترجمہ: حدیث عشق کے دو باب ہیں ایک کربلا میں امام حسینؓ نے رقم کیا اور دوسرا کربلا سے کوفہ، کوفہ سے دمشق اور دمشق سے مدینہ تک کے سفر میں امام حسین کی بہن سیدہ زینب سلام اللہ علیہا نے رقم۔ کربلا کے میدان میں امام علیؑ کی بیٹی نبیؐ پاک کی نواسی، سیدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی لاڈلی بیٹی امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی بہن سیدہ زینبؑ یزیدیت کے خلاف سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جاتی ہیں، یزیدیت کے کھوکھلے قلعے کو جو بظاہر طاقت کے نشے میں مست ہے۔ لیکن اندر کچھ بھی موجود نہ ہے مسمار کر دیتی ہیں سیدہ زینب کا حوصلہ جرات اور جدوجہد سب کے لیے ایک مثال ہے۔

علامہ اقبال کے اشعار پڑھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح انہیں اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے محبت ہے۔ علامہ اقبال کی فکر میں کربلا کا بہت گہرا اثر ہے خاص طور پر اپ کے فارسی کلام میں اس کا بہت ذکر ملتا ہے۔ رموز بے خودی میں جس طرح اپ نے اہل بیت رسالت ماب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو نظرانہ عقیدت پیش کیا اس کی مثال کہیں نہیں ملتی۔ امام حسین علیہ السلام کی بات کرتے جائیں تو آپ ناطق قرآن بھی ہیں اور مولا ابرار جہاں بھی ہیں، کٹے ہوئے سر سے تلاوت قران کرنے کا اعجاز آپ کو ہی

حاصل ہے۔ حسین ہادی بھی ہیں اور رہبر بھی اور اگر کربلا کے واقعے کی نظر دیکھا جائے تو حضرت امام حسین علیہ السلام ہر چیز پہ قادر و مطلق تھے لیکن انہوں نے صرف رضائے خداوندی کی خاطر اپنے پیارے اور رفقا کی جانیں خدا کی راہ میں قربان کی۔ کربلا کا حقیقی مقصد جنگ نہیں بلکہ اس دین کی بقا تھی جو شریعت محمدی پر قائم ہے حلال اور حرام کی تخصیص کرنا تھا اگر اس کا مقصد جنگ ہوتا تو حضرت امام حسین علیہ السلام گھر سے بیٹیاں اور عورتیں لے کر نہ جاتے ان کی جگہ اور سپاہی جوان ہوتے۔ اور دوسری طرف بات کی جائے تو مظلومیت بھی نہیں کیونکہ وہ ہر چیز پہ قادر اور مطلق تھے صرف اپنے خدا کی رضا کے لیے اور دین محمد کی بقا کے لیے اپنا سب قربان کر دیا۔ اقبال کے نزدیک ابراہیم علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام سے متصل ہونا عشق ہے۔ امام حسین علیہ السلام باطل کے سامنے ڈٹ گئے۔ حیات انسانی کا مقصد رضائے الٰہی کا حصول ہوتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی آبرو کی لاج رکھنے والی ہستیوں میں پوری امت کے لیے عملی نمونہ ہے۔ جبر کے نظام کے خلاف جانی ومالی قربانی پیش کرنا صرف اہل بیت کا ہی امر ہے۔ ہمیں بھی اہل بیت کے مقصد زندگی کو اپنا مقصد حیات بنانا چاہیے۔ باقیات شعر اقبال کے صفحہ ۲۷ اپر درج شعر ہے۔

دل میں ہے مجھ بے عمل کے داغ عشق اہل بیت ڈھونڈتا پھرتا ہے ظل دامن حیدر مجھے

اقبال کی شاعری میں واقعہ کربلا کو ایک اہم اور خصوصی حیثیت حاصل ہے۔ اقبال نے نہ صرف اس واقعے کو ایک تاریخی سانحہ کے طور پر پیش کیا، بلکہ اس میں پوشیدہ روحانی اور اخلاقی سبق کو اپنی شاعری کا محور بنایا۔ ان کی نظر میں کربلا کا واقعہ ظلم اور حق کے درمیان ایک عظیم حماسہ تھا جس نے انسانیت کے ضمیر کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ یہ واقعہ تاریخ میں ایک ایسا انقلابی موڑ ثابت ہوا جس نے اسلامی اقدار کی حفاظت اور تحفظ کے لیے قربانی کا ایک ابدی درس دیا۔

اقبال کے نزدیک کربلا محض ایک تاریخی واقعہ نہیں، بلکہ ایک ایسا فلسفہ ہے جس میں جرات، حوصلہ، اور حق کے لیے لڑنے کا عزم پوشیدہ ہے۔ حضرت امام حسینؑ اور ان کے جانثار ساتھیوں کی قربانی نے یہ ثابت کیا کہ ظلم اور جبر کے خلاف کھڑا ہونا ایمان کا تقاضا ہے، چاہے اس راہ میں جان کی قربانی ہی کیوں نہ دینا پڑے۔ اقبال اس قربانی کو ایک عظیم ترین مثال کے طور پر پیش کرتے ہیں، جو ہر اس شخص کے لیے ایک مشعل راہ ہے جو حق کی راہ پر چلنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اقبال کی شاعری میں کربلا کا پیغام صرف ایک مذہبی یا تاریخی پیغام نہیں، بلکہ اس میں موجود فلسفہ انسانیت اور جدوجہد کا بھی درس دیتا ہے۔ اقبال کے نزدیک کربلا کا درس یہ ہے کہ کسی بھی معاشرتی اور سیاسی ماحول میں ظلم کے خلاف کھڑے ہونے کا حوصلہ پیدا کرنا ضروری ہے۔ اس کی روشنی میں، اقبال قوم کو جرات، استقلال اور عمل پر زور دیتے ہیں اور ان کے نزدیک قومیں اس وقت تک زندہ نہیں رہ سکتیں جب تک وہ ظلم اور ناحق کے خلاف جدوجہد نہ کریں۔

آخر میں، یہ کہنا ضروری ہے کہ اقبال کی شاعری کا مطالعہ ہمیں اس بات کا شعور دیتا ہے کہ کربلا کا واقعہ ایک فلسفہ زندگی ہے جو ہمیں سکھاتا ہے کہ ظلم وجبر کے سامنے جھکنا انسانیت کی شکست ہے، جبکہ حق کے لیے لڑنا اور قربانی دینا اصل کامیابی اور فلاح کا راستہ ہے۔ اقبال ہمیں کربلا کے حماساتی پہلوؤں کے ذریعے یہ سبق دیتے ہیں کہ قوموں کی ترقی اور عروج کا راز ان کے اندر موجود قربانی اور ایثار کی روح میں مضمر ہے، جو امام حسینؑ اور ان کے ساتھیوں نے دنیا کو دکھائی۔ اقبال کی شاعری میں کربلا کا یہ پیغام آج بھی ہمارے لیے اتنا ہی اہم ہے جتنا کہ اس وقت تھا۔ یہ ہمیں یاد دلاتا ہے کہ ہر دور میں حق کے علم کو بلند رکھنا اور ظلم کے خلاف آواز بلند کرنا، ہماری انفرادی اور اجتماعی ذمہ داری ہے۔

حوالہ جات

ا۔ مطہری، شہید مرتضی، آیت اللہ، "حماسہ حسینی"، مترجم، سید محمد سعید موسوی، جلد سوم، (کراچی: دار الثقافہ اسلامیہ پاکستان، ۲۰۰۱)، ص:۶

۲۔ القرآن، سورہ حم سجدہ، آیت ۳۰

۳۔ القرآن، سورہ فتح، آیت ۲۹

۴۔ محمد اقبال، علامہ، ڈاکٹر، اسرار و رموز (در معنی حریت اسلامیہ و سر حادثۂ کربلا)، (کراچی: اقبال اکادمی پاکستان، یکجا ۱۹۲۳)، ص: ۱۰۴

۵۔ ایضاً"، "بال جبریل"، (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، جنوری، ۱۹۳۵) ص:۶

۶۔ ایضاً، "اسرار و رموز"، ص:۱۰۴

۷۔ ایضاً، ص: ۱۰۵

۸۔ عبد المغنی، ڈاکٹر، "اقبال کی شاعری میں حضرت حسینؓ کا مقام"، (لاہور: بزم اقبال، بار اول، ۱۹۹۹) ص:۱۸

۹۔ محمد اقبال، علامہ، ڈاکٹر، "اسرار و رموز"، ص:۱۰۵

۱۰۔ ایضاً، ص:۱۰۵۔۱۰۶

۱۱۔ ایضاً، ص:۱۰۴

۱۲۔ محمد اقبال، علامہ، ڈاکٹر، "بانگ درا"، (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، پرائیویٹ لمیٹڈ پبلشر، ۱۹۴۹)، ص:۴۵

۱۳۔ ایضاً"، "اسرار خودی"، (لاہور: یونین سٹیم پریس، ۱۹۱۵)، ص:۵۰

۱۴۔ ایضاً، ص:۵۱

۱۵۔ محمد اقبال، "اسرار و رموز"، (در معنی اینکہ سیدۃ النساء فاطمہ الزہرا اسوہ کاملہ ایست برای نساء اسلام)، ص:۱۴۴

۱۶۔ چشتی، یوسف سلیم، "شرح بال جبرائیل"، (نئی دہلی: اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۷۷)، ص:۱۱۰

۱۷۔ محمد، اقبال، "بال جبرائیل"، (ذوق و شوق)، ص:۱۲۲

۱۸۔ فتح، محمد، ملک، "اقبال فراموشی"، (سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور: ۲۰۰۲) ص:۲۳

۱۹۔ محمد، اقبال، علامہ، ڈاکٹر، "اسرار و رموز"، ص:۱۰۶

۲۰۔ ایضاً

۲۱۔ ایضاً

۲۲۔ خواجہ، عاشق جہاں گرد، "کلام اقبال میں ذکر حسینؑ"، مشمولہ، سہ ماہی، پیغام آشنا، اسلام آباد۔ شمارہ ۲۱، ص:۱۹۳

۲۳۔ محمد، اقبال، علامہ، ڈاکٹر، "اسرار و رموز"، ص:۱۰۵

۲۴۔ محمد، اقبال، ڈاکٹر، "جاوید نامہ"، (لاہور اقبال اکادمی پاکستان، فروری، ۱۹۳۲)، ص:۱۷۱

۲۵۔ محمد، ارشد، سواتی، "اقبال کا اسلوب فکر"، ص:۱۳۰

۲۶۔ محمد، صادق، نجمی، ، (مترجم)، علی مرتضی زیدی، "مکتوبات، خطبات امام حسینؑ از مدینہ کربلا"، (کراچی: دار الثقلین، طبع دوم، جنوری ۲۰۰۶) ص:۳۲

۲۷۔ محمد، اقبال، علامہ، ڈاکٹر، "اسرار و رموز"، ص:۱۰۵

۲۸۔ ایضاً

۲۹۔ علی اکبر، رضوی، سید، "نبیؐ کی نواسی حضرت زینبؑ"، (کراچی: ادارہ ترویج علوم اسلامیہ، اشاعت اول، ۲۰۰۴) ص:۱

References
1. Motahari, Shaheed Murtaza, Ayatollah, "Hamasa Hussaini", translated by Syed Muhammad Saeed Mousavi, Volume 3, (Karachi: Darul-Saqafah Islamia, Pakistan, 2001), p. 6
2. The Holy Quran, Surah Ham Sajdah, verse 30
3. The Holy Quran, Surah Fatah, verse 29
4. Muhammad Iqbal, Allama, Doctor, Asr-e-Ramooz (In Meaning of Islamic Freedom and the Head of the Karbala Incident), (Karachi: Iqbal Academy, Pakistan, together 1923), p. 104
5.Ibid, "Baal Jibril", (Lahore: Sheikh Ghulam Ali & Sons, January 1935) p. 6
6. Ibid, "Israr-e-Ramooz", p. 104
7. Ibid, p. 105
8. Abdul Mughni, Dr., "The Place of Hazrat Hussain (a.s.) in Iqbal's Poetry", (Lahore: Bazm Iqbal, First Time, 1999) p. 18
9. Muhammad Iqbal, Allama, Dr., "Israr-e-Ramooz", p. 105
10. Ibid, p. 105-106
11. Ibid, p. 104
12. Muhammad Iqbal, Allama, Dr., "Bang Dara", (Lahore: Sheikh Ghulam Ali & Sons, Private Limited Publisher, 1946), p. 45
13. Ibid, "Israr-e-Khudi", (Lahore: Union Steam Press, 1915), p. 50

14. Ibid, p. 51
15. Muhammad Iqbal, "Israr-e-Ramooz" and symbols", (meaning that Sayyidat-ul-Nisa Fatima al-Zahra is the perfect model for the women of Islam), p. 144
16. Chishti, Yusuf Salim, "Sharh Bal Jibra'il", (New Delhi: Itiqad Publishing House, 1977), p. 110
17. Muhammad, Iqbal, "Baal Jibra'il", (Zuq wal Shoq), p. 122
18. Fateh, Muhammad, Malik, "Iqbal Faroosmi", (Sang Mile Publications, Lahore: 2002) p. 23
19. Muhammad, Iqbal, Allama, Dr., "Israra-u-Ramus", p. 106
20. Ibid
21. Ibid
22. Khwaja, Ashiq Jahangir, "Remembrance of Hussain (AS) in the Words of Iqbal", Mashmula, Quarterly, Paigham Ashna, Islamabad. Issue 21, p. 163
23. Muhammad, Iqbal, Allama, Dr., "Israro Ramooz", p. 105
24. Muhammad, Iqbal, Dr., "Javed Nama", (Lahore Iqbal Academy, Pakistan, February 1932), p. 171
25. Muhammad, Arshad, Swati, "Iqbal's Style of Thought", p. 130
26. Muhammad, Sadiq, Najmi, (translator), Ali Murtaza Zaidi, "Letters, Sermons of Imam Hussain (a.s.) from Medina to Karbala", (Karachi: Dar-ul-Thaqlain, 2nd edition, January 2006) p. 32
27. Muhammad, Iqbal, Allama, Dr., "Isra-u-Ramooz", p. 105
28. Ibid
29.Ali Akbar, Rizvi, Syed, "Hazrat Zainab, the Granddaughter of the Prophet (PBUH)", (Karachi: Islamic Studies Promotion Agency, First Edition, 2004) p. 1

-